© rasailojaraid.com

عملی جدوجہد اپنے دوسرے عوامی ارتقائی دور میں داخل ہو گئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے مقدس اسلاف کی جہاد اسلامی کی عملی ریت کو تازہ کیا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے عظیم رفقاء نے انگریزوں اور ان کے رافضی گماشتوں کے دانت کھٹے کئے۔ اور فتح وشکست کے بین بین جہاد جاری وساری رکھا۔ عملی زندگی میں وطنی غلام پسند ٹولہ کی بدنہادی سے تنگ آ کر تحریکی ذہن تیار کرنے کی نئی راہ کھولی اور دیوبند کے مدرسہ کی نیو اٹھائی۔ پھر اس مدرسہ فکر نے احیاء دین کی تحریک کے مجاہد شیخ الہند مولانا محمود حسن اموی قریشی کی امامت میں اس جہاد کا آغاز کیا تو فرنگی اور فرنگی زادوں سے عوامی انتقام کی آگ نے پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مولانا اپنے جیالے رفقاء کی سرپرستی کرتے ہوئے مالٹا میں اسیر ہو گئے۔ پھر جب مولانا رہا ہوئے تو زمانہ کروٹ بدل چکا تھا۔

چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا
وہ شاخ ہی نہ رہی جس پر آشیانہ تھا

جہاد حریت نے لوگوں کو تھکا دیا تھا۔ مسلمانوں میں سیاسی انتشار عروج پر تھا۔ اور انگریز کی وفادار جماعت کانگریس اور مسلم لیگ نے عوام میں فرنگی سرکار کی مفاہمت کے جذبہ کو عملی زندگی میں قومی وملی زندگی کا بنیادی پتھر بنا دیا تو یہ ایک حلقۂ یاراں مختلف ٹولیوں میں بٹنے لگا۔ وڈیروں، جاگیرداروں کا ٹوڈی طبقہ سر آغا خان، نواب وقار الملک، سر سلیم اللہ وغیرہ کی پالتو جماعت مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی بنا کر قومی مجاہدوں کی مخبری کے فرائض منصبی ادا کرنے پر قانع ہو گیا۔ علماء بھی دو حصوں میں بٹ گئے۔ کچھ کانگریس میں دیوی درشن پر راضی ہو گئے اور گاندھی کی جھوٹی اہنسا کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اور کچھ فرنگی گماشتوں کی پیش کردہ آسائیش وزیبائش کی نذر ہو گئے۔

۱۹۲۱ء میں مولانا محمود حسن اموی قریشی اللہ کو پیارے ہو گئے تو ہندوستان کی بساط جہاد بساط سیاست بن کر رہ گئی۔ اس پورے ہندوستان میں اگر کچھ لوگ باقی رہ گئے تھے تو وہ تھے

مسیح الملک حکیم محمد اجمل خان

علی برادران (محمد علی، شوکت علی)

مولانا حسین احمد مدنی، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا عبد القادر قصوری، مولانا سید سلیمان ندوی، رفیق احمد قدوائی، مولانا محمد داؤد غزنوی، ظفر علی خان، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مفتی کفایت اللہ، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا فاخر آلہ آبادی، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، تصدق حسین شیروانی، حفظ الرحمن سیوہاروی، مولانا محی الدین اجمیری، ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً

ہمارے شاہ جی ان تمام باوقار و بلند مرتبہ متقدمین سے متاثر ہونے کے باوجود جہاد آزادی کی بساط پر اس شان و تمکنت سے جلوہ گر ہوئے جیسے ظلمتوں اور گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ماہتاب۔ دیکھتے ہی دیکھتے امرتسر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے کوچۂ جیل خانہ کی مسجد کا امام ۱۸۵۷ء کے مجاہدین سے لے کر مولانا محمود حسن تک کے قافلۂ حریت کا آخری سپہ سالار بن گیا اور وادیٔ عرب کے ریگ زاروں میں گھن گرج کی جو آوازیں کبھی گونجا کرتی تھیں وہ ہندوستان میں ہمالہ سے سلہٹ اور کراچی سے جلال آباد تک گونجنے لگیں۔ وہی مبارزت، وہی رجز خوانی، وہی لحن داؤدی میں تلاوت قرآن اور وہی معرکہ آرائی

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

خلوص وللہیت، وفا و ثابت قدمی، قربانی و ایثار، جفاکشی و جواں ہمتی جیسی صفات عالیہ میں شاہ جی اپنے اسلاف کی مکمل تصویر تھے۔

شاہ جی مدرسہ نصرۃ الحق میں حضرت مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی اور مدرسہ نعمانیہ مسجد خیر الدین ہال بازار میں موقوف علیہ تک پڑھ چکے تھے۔ جب ۱۹۱۹ء کے سیاہ اپریل میں جلیانوالہ باغ میں کرنل اوڈوائر نے خونی ڈرامہ کھیلا۔ امت مسلمہ میں اس وحشت و بربریت اور سفاکی کے خلاف اجتماعی ردعمل نے ملک بھر کے مجاہدوں اور سیاست دانوں کو حصہ لینے پر مجبور کر دیا تو شاہ جی کو میں نے پہلے پہل بندے ماترم ہال کے ایک قومی اجتماع میں دیکھا۔

اپریل ۱۹۱۹ء کے مارشل لاء میں مظالم جلیانوالہ باغ کی تحقیقات کے لئے سرکاری و غیر سرکاری کمیشن بیٹھے اور اسی سال دسمبر کے آخری ہفتہ میں خلافت، مسلم لیگ اور کانگریس کے مشترکہ اجلاس منعقد ہوئے۔ اور مارشل لاء کے تمام قیدیوں کو رہائی ملی اور حکومت ہند کی مرضی کے علی الرغم علی برادران، مولانا حسرت موہانی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خاں کو بھی اجتماع میں شمولیت کے لئے بروقت آزاد کر دیا گیا۔ جن کو خوش آمدید کہنے اور جن کے استقبال کے لئے گویا پورا ہندوستان امڈ آیا تھا۔ اجلاس بندے ماترم ہال میں تھا اور قائدین کی آمد سے پہلے ہال میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ شاہ جی بھی ان قومی قائدین کی زیارت کرنے اور ان کی باتیں سننے کے لئے محویت کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ ان دنوں شاہ جی اصلاح الرسوم اور اصلاح عقائد پر ہی وعظ کہتے تھے بعد میں شاہ جی سے سنا کہ "جو کچھ میں مولانا نور احمد سے تفسیر جلالین میں پڑھتا وہی جمعہ اور مواعظ میں سنا دیتا تھا"۔

شاہ جی دوستوں کی محفلوں میں بذلہ سنجی، لطیفہ گوئی، شعر و ادب کی مجالس میں دیکھے جاتے تھے۔ حکیم طغرائی کی بیٹھک پر روزانہ مجمع احباب ہوتا تھا۔ جن میں سید محمد مقیم بخاری جو آپ کے ددھیالی و ننھیالی عزیزوں میں سے تھے۔ حکیم ظہیر الدین صہبائی، حفیظ جالندھری اور بہت سے لوگ جو امرتسر کی ادبی زندگی کی روح و جاں تھے۔ شاہ جی ان میں بیٹھتے اٹھتے۔ شعری و ادبی ذوق ان کا منجھا ہوا زبان محاورہ ان کی ننھیالی وراثت تھی۔ کہ شاد عظیم آبادی جیسا بلند آدمی بھی محاوراتی زبان کی اصلاح کے لئے ان کی نانی اماں کے حضور حاضری دیتا تھا۔ انہیں دنوں چونکہ وعظ و تقریر سے آپ کو قبولیت عام کا درجہ حاصل ہو رہا تھا۔ تو مولانا داؤد غزنوی نے شاہ جی میں وہ جوہر پایا جو اس وقت کے دینی تقاضوں کے لئے بہت اہم تھا۔ انہوں نے شاہ جی کو قومی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاملات و مسائل کے اجلاس اور جلسوں میں دعوت دینا شروع کی تو شاہ جی خلافت کمیٹی کے سٹیج پر مسلمانوں کی آواز بن کر چمک اٹھے۔ پھر خلافت کمیٹی کے بزرگ مولانا عبدالقادر قصوری سے مشورہ اور حکم سے شاہ جی کو ضلع گجرات میں خلافت کمیٹیوں کی تشکیل کی ذمہ داری سونپی گئی۔ شاہ جی نے بے پناہ جدوجہد سے ضلع گجرات میں دو سال کی جانکاہ محنت سے ساڑھے تین ہزار خلافت کمیٹیاں قائم کیں۔ مسلمانوں کے دو اسکول بنائے۔ وکلاء کو کچہری سے وکالت چھڑوائی، برطانوی ہند کے نظام تعلیم میں جکڑے ہوئے اسکولوں سے کئی اساتذہ نے شاہ جی کی تقریر سن کر ریزائن کر دیا۔ مارچ ۱۹۲۱ء میں مسجد خیر الدین کے ایک جلسہ عام میں حضرت شاہ جی نے تقریر کی اور برطانوی سامراج کی دھجیاں اڑا دیں۔

شاہ جی پر مظلوم ترکوں کی بربادی، خلافت عثمانیہ کا عبرت ناک زوال، ٹوڈی مسلمانوں کی بے حمیتی، علماء سو کی مداہنت کا بہت بُرا اثر تھا۔ اس پر جلیانوالہ باغ میں فرنگی کے وحشیانہ مظالم نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ مولانا آزاد کے الہلال، مولانا ظفر علی خاں کے ستارۂ صبح نے ان کی سمت متعین کر دی۔ ان سارے جذبات کا اخراج اس تقریر میں ہوا۔ تقریر ایسی تھی کہ امرتسر ہل گیا۔ لوگ آمادہ جہاد نظر آ رہے تھے۔ اس تقریر کی پاداش میں آپ گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا اور آپ کو تین سال قید بامشقت سزا ہوئی اور آپ میانوالی جیل بھیج دیئے گئے۔ پھر ریل اور جیل کا یہ لامتناہی سلسلہ چل نکلا جو تیس برس پر محیط ہے۔ قومی و دینی معاملات کا وہ کون سا مسئلہ ہے جس میں شاہ جی نہیں کودے جہاں بھی نار نمرود کا الاؤ جلا یہ ابراہیم صفت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اس کے غرور کو خاک میں ملانے جھپٹ پڑا ایسا کبھی نہیں ہوا کہ امت پر مشکل پڑی ہو اور شاہ جی عام علماء کی طرح تماشا دیکھتے رہے ہوں۔ وہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور خالد بن ولیدؓ کی طرح لشکر غنیم پر جھپٹتے اور پینترا بدل بدل کر حملہ کرتے اور کبھی نہ تھکتے جس طرح صحابہ فرمایا کرتے تھے۔

بالّیل رھباناً و بالنھار فرساناً

ہم راتوں کو راہب ہوتے ہیں اور دن کو گھوڑوں کی پشت پر

شاہ جی رات بھر تقریر کرتے۔ قرآن بیان کرتے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر تقریر شروع کی اور صبح کی نماز پڑھ کر ستائے پھر اگلے پڑاؤ کے لئے روانہ ہو گئے۔

صبح تواندر قرن شام تواندر یمن

مرے نزدیک شاہ جی وہ منفرد زعیم تھے جو اس عرصہ جہاد میں امراء کی کوٹھیوں میں کبھی کبھار اور غرباء کی جھونپڑیوں میں اکثر قیام کرتے اور جو راحت و آرام وہ جھونپڑیوں میں محسوس کرتے وہ کہیں نہ پاتے۔

اور شاید اس خصوصیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ان سے زیادہ کسی قومی کارکن نے سفر نہیں کیا۔ ریل، بس، گھوڑا، اونٹ، خچر، گدھا، بیل، پیدل، تیر کر کوئی سا ذریعہ سفر ایسا نہیں جو آزادی، حریت، عدل، مساوات، اخوت، اور ختم نبوت کے مشن کی تکمیل کے لئے شاہ جی نے اختیار نہ کیا ہو۔ ان مذہبی اجارہ داروں کی طرح نہیں جو زادِ سفر اور وسیلہ سفر نہ ملنے پر تبلیغ و وعظ کی مجالس اور قومی ملکی مسائل کے اجلاس برباد کر دیتے ہیں۔ اور پھر مکروہ تاویلات سے جماعتوں اور دینی کارکنوں کا منہ بند کر دینے کے فن خبیث میں مہارت تامہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھتے ہوں۔ شاہ جی فرمایا کرتے تھے وعدہ کر لیا ہے تو نبھاؤ ورنہ اللہ کو کیا منہ دکھلاؤ گے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دینی و قومی کاموں میں غفلت اللہ کے ہاں مسؤلیت کا سبب ہے۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

حضرت شاہ جی کی حیات طیبہ کے کن کن محاسن کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے۔ مغربی سیاست کے مدوجزر میں وہ کون سا مقام آیا جہاں قلب صادق کے لئے کلمۂ حق کو اونچی سے اونچی آواز میں بلند کرنے کی ضرورت ہوتی اور ہمارا شیر نتائج سے یکسر بے نیاز ہو کر وقت کے فرعونوں اور نمرودوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے سب سے بلند مقام پر نہ دیکھا گیا ہو۔ جنگ آزادی ہو یا فرنگی کی اسلام دشمن حکمت عملی کے خلاف جہاد سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر حملوں کے خلاف سینہ سپر ہونا یا بانیان مذاہب حق کی عزت کا قانونی تحفظ۔ شاہ جی کا عمل سرخروئی کے لباس میں سب سے زیادہ افضل، اعلیٰ اور روشن نظر آتا ہے۔ راج گوپال والی تحریک ہو یا مغلپورہ ریلوے سٹیشن، کوئٹہ کے مفلوک الحال زخمی انسانوں کی خدمت اور امداد ہو یا کشمیر کے بے کس و مظلوم مسلمانوں پر ڈوگرہ شاہی کے مظالم رد مرزائیت ہو یا تحفظ ختم نبوت کے لئے جان کی بازی غرض کہ ہر مقام و ہر منزل پر حضرت شاہ جی قافلہ سالار کی حیثیت میں رجز خوانی و ھل من مبارز کے نعرے لگاتے ہوئے ملے اور ساتھیوں اور جاں بازوں کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ سزا کو ہنستے ہوئے قبول کرتے نظر آئے۔ چنانچہ جاں بازی و سرفروشی کے اس پیکر پر ایک شاعر کا یہ شعر کس قدر موزوں و برجستہ نظر آتا ہے۔

ایں است کہ خوں خوردہ دل بردہ بسے را بسم اللہ اگر تاب سخن ہست کسے را

شاہ جی کی وفات

شاہ جی کی موت ایک شخص کی موت نہیں بلکہ ایک عہد کی موت ہے۔ صرف ایک عہد نہیں ایک مقدس عہد کی موت ہے۔ جس عہد کے آتش بجاں حق پرستوں نے حق کا آفتاب طلوع کرنے کے لئے اپنی حیات مستعار کی تمام توانائیاں اور رعنائیاں راہ حق کو نکھارنے کے لئے نثار کر دیں۔ یہی وہ لوگ تھے کہ جن کی قربانی و جاں فشانی سے برطانوی سامراج اپنے تمام تر جبر و استبداد کی فراوانی کے باوجود اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور ہو گیا اور ہٹتے ہٹتے ملک چھوڑ کر چلا گیا۔

انگریز کو ملک سے نکال باہر کرنے میں شاہ جی کا حصہ احمد اللہ شاہ، جنرل بخت خان، سید شہید اور شاہ احمد اسمٰعیل شہید کے مساوی نہیں تو کم بھی نہیں۔ حق مغفرت کرے شاہ جی کو جنہوں نے احرار ساتھیوں میں زندہ رہنے کا شعور پیدا کیا۔ اور دشمن سے پنجہ آزمائی کا حوصلہ بخشا اور دین کے لئے تن من دھن قربان کرنے اور مر مٹنے کا سچا جذبہ پیدا کیا۔

احرار آج بھی قومی، ملکی اور دینی مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لئے شاہ جی کی زندگی کو منزل کا سنگ میل سمجھیں اور اس وادی میں اتر پڑیں۔

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

*

بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسول میں

اک چست فقرہ کس کے بخاری نے کس دیا
ڈھیلا پن آگیا جو مسلماں کی چول میں
حریت ضمیر کا ڈنکا بجا دیا
ہندوستاں کے عرض میں اور اس کے طول میں
ارکان دیں ہیں بستۂ آزادیٔ وطن
یہ سب فروع آگئے ایک اس اصول میں
کہدو یہ اس سے تم کو "خودی" کا جو درس دے
رکھا ہی کیا ہے تیری فعولن فعول میں،
کانوں میں گونجتے ہیں بخاری کے زمزمے
"بلبل چہک رہا ہے ریاض رسول میں"

مولانا ظفر علی خانؒ

*

© rasailojaraid.com